

کی خلقِ عظیم پر صادق کیا گیا ہے۔ ایک پیغمبر جو اپنے لکھے ہوئے نام تک کو نہ پڑھ سکتا ہو وہ بھلا خود کچھ لکھنے پر کیا قادر ہوگا۔ اس کے باوجود اس نے علم کا ایک بڑا بحر ذخار قرآنِ حدیث کی صورت میں آنے والی نسل کے لئے مستقل کر دیا۔ اس سے بڑا اعجاز اور کیا ہو سکتا ہے اور اسی اعجاز کی داد دینے کے لئے ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُ وَنَ میں قلم کو اور قسط اس پر ثبت ہونے والے اس کے نقوش کو شاید بنایا گیا ہے۔ یہ شہادت اسلام میں نوشت و خواند اور قرأت و کتابت کے اعلیٰ مقام کی نشاندہی کرتی ہے قرآن میں قرأت کا لفظ مستحد و مفہوموں کے لئے آیا ہے اور یہ سب مفہام تعلیم کے تمام پہلوؤں پر صادق آتے ہیں۔

قلم و قرأت کی بنیاد پر جو علوم و فنون حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ان پر بھی نیز وہ علوم بھی جو ہمیشہ سے انسانی ارتقاء کے لئے ضروری سمجھے جاتے رہے ہیں۔ قرآن میں واضح رہنمائی دی گئی ہے اور ان کے تحصیل و تعلیم کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سورہ نور کے دوسرے رکوع کا مطالعہ مفید ہوگا۔

پہلی آیت میں علمِ حیاتیات کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں نفرت کے سبب سے رازوں کی طرف اشارہ کر کے غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے تیسری آیت میں لسانیات اور ان کے اختلافات نیز رنگ و نسل کے ساتھ ان کے خصوصی رفتوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے رنگ و نسل اور زبانوں کے علماء کو دعوتِ تعلیم و علم دی گئی ہے چوتھی آیت میں رات دن کے فرق سے انسان پر پڑنے والے نفسیاتی اثرات کی نشاندہی کر کے اہل سمیع و بصیر کو حرکت میں لانے کی کوشش کی گئی ہے پانچویں آیت میں علمِ موسمیات اور اس کی خصوصیات و اثرات کی طرف اہل عقل کو متوجہ کیا گیا ہے۔ چھٹی آیت کائنات کے نظام اور انسانوں کے انجاء سے اس کے مضبوط اور گہرے رشتے پر روشنی ڈالتی ہے یہ تمام اختیارات جن کو محض دینیات و مذہبیات سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ دراصل علوم کی مختلف شاخوں سے سودمند استفادہ کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی طرح سورہ فاطر کی ۲۶ ویں آیت میں بعض جمادات کی اخلاقات سے زندگی پر جو اثرات رونما ہوتے ہیں ان کو بیان کر کے ایک بڑی عجیب حقیقت کا

انکشاف کیا گیا ہے وہ ہے | تَمَّا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی لوگوں میں جو اہل علم ہیں وہی خدا سے صحیح طور پر خائف رہتے ہیں۔ ان ہی آیات میں اس کا جواب بھی ملتا ہے کہ تعلیم و تعلم کا مقصد کیا ہونا چاہئے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کے جواب سے بہت سے مسائل پر بھی اچھی روشنی پڑے گی۔

بخشتِ نبویؐ کے بعد دنیا دو سائنسی دوروں سے متعارف ہوئی ہے۔ پہلا دور عباسی خلافت کی دین ہے، دوسرا دور یورپ کے عروج سے وابستہ ہے۔ پہلے سائنسی دور میں بھی نئی ایجادات ہوتی رہی ہیں لیکن ان کا رخ ہمیشہ افادی اور مثبت رہا ہے جب کہ دوسرے دور کی بیشتر ایجادات انسان کے مسائل میں زیادہ تر اضافہ کر رہی ہیں۔ پہلے دور کی یہی خوبی کیا کم ہے کہ اس پر دوسرے دور کی بنیاد رکھی گئی لیکن زمامِ قیادت چونکہ ان ہاتھوں میں منتقل ہو چکی تھی جن کے ہاں تعلیم و تعلم کے اغراض و مقاصد متعین نہیں تھے۔ اس لئے اس دور کے تاریک پہلو نسبتاً زیادہ ہیں۔ پہلے دور کی قیادت وہ علماء و سائنسدان انجام دے رہے تھے جن کے ہاں علم کا طلب کرنا ایک فریضہ تھا اور یہ ابھی ہم بڑھ چکے ہیں کہ فریضہ کی ادائیگی میں اخلاص نیت و صفائی قلب، امانت و دیانت اور طہارتِ نوظافت نیز حق تعالیٰ سے قربت کے احساسات لازمی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اہل اسلام نے اس فریضہ کو انتہائی احتیاط سے ادا کرنے کی کوشش کی۔

انسانِ تعلیم کسی مقصد سے حاصل کرتا ہے اور پھر مقصد کے تحت ہی اس کا استعمال بھی کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل چیز مقصد ہی ہے تعلیم نہیں مقصد پر سارا دار و مدار ہے اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا اور مقصد کو سامنے رکھ کر تعلیم پر پورے لگائے جاتے ہیں۔ اسلام اسی حقیقت کے پیشِ نظر تعلیم و تعلم کو سامنے رکھ کر فیصلے دیتا ہے کسی بھی علم کو شخص اس وجہ سے حاصل کرنا کہ وہ علم ہے اسلام کے نزدیک ہرگز محبوب نہیں ہے لیکن اسی علم کے حصول کے ساتھ اگر غلط مقصد ابستہ ہو تو اسلام ہرگز روادار نہیں ہوگا۔ یہی رویہ دوسرے علوم و فنون کے ساتھ بھی بتایا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان علوم کی تحصیل اور ان کے برتنے کے لئے امت کے لئے

کسی طرح کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف مقاصد کے تعلق سے چند ہنما اصول مرحمت فرمادے گئے۔ اور مختلف انسانی ضروریات کے پیش نظر ہر فرد کو ان کی تعلیم و تعلم کا مجاز قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے انتم اعلم باہور دینا کہ تم اپنے دنیاوی امور کے زیادہ بہتر جانتے والے ہو۔ ایک حدیث ہے اطلبوا العلم ولو بالبعین۔ علم حاصل کرو خواہ اس کے لئے چین ہی جانا پڑے۔“

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آں حضرتؐ کے دور ہی میں جب خالص دینی علوم کے لئے کسی دوسری جگہ جانے کی چنداں احتیاج نہیں تھی۔ تو پھر چین کے ذکر کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ آدی کو دنیاوی علوم کی تحصیل کے لئے بھی وقت اور مال و مشقت کے صرف کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ حدیث اصول حدیث کی رو سے مختلف فیہ ہے لیکن امام رازی اور امام غزالی نیز امام ابن عبد البر نے بھی اس حدیث سے استناد کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے مذکورہ حدیث قابل اعتماد ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر جو کفار قید ہوئے تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کے لئے یہی شرط رکھی کہ ان میں سے ہر ٹہڑھا لکھا قیدی کسی مسلمان کو پڑھنا لکھنا سکھائے جب شرط پوری کر دی گئی تو ان کو رہا کر دیا گیا۔

امام رازی نے تعلیم پر بحث کرتے ہوئے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علوم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱)

علوم شرعیہ اور (۲) علوم غیر شرعیہ۔

علوم شرعیہ سے مراد وہ علوم ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی طرف عقل کی رہنمائی اس طریقہ سے نہیں ہو سکتی جس طریقہ سے عقل کے ذریعہ علم حساب سکھایا جاتا ہے نہ وہ شجر بے ثمر ہوتے ہیں جیسے علم طب کی تدوین ہوتی ہے اور محض سننے سے ان کا حاصل کرنا ممکن ہے جیسے علم لغت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد جو علوم غیر شرعیہ ہیں (ان میں سے بعض پسندیدہ ہیں اور بعض غیر پسندیدہ اور بعض ایسے ہیں جو صرف درجہ مبلج رکھتے ہیں۔